جناب شمس الحق ندوی صاحب

بندۂ مومن کا بلند عزم و حوصلہ

اس وقت ہم جس ماحول و فضا میں سانس لے رہے ہیں وہ مغرب کی مادہ پرستی اور جاہ طلبی کا ماحول ہے، جس نے انسان کو من کا راجہ اور نفس کا غلام بنا کر اس کو ہر قید و بند سے آزاد کر دیا ہے اور زمانہ کی فضاؤں میں ایسا معلوم ہوتا ہے کہ بس ایک ہی صدا گونج رہی ہے "بابر بعیش کوش کہ عالم دوبارہ نیست"، جو مزے اڑانے ہیں اڑا لو کہ یہ دنیا اجڑ کر پھر نہ بسے گی۔ اس خیال و تصور نے تمام پیمانوں کو بدل دیا ہے۔ اور دلوں میں یہ بات اتار دی ہے کہ دینی حدود و قیود مادی ترقی اور عیش کوشی کی راہ میں زبردست رکاوٹ ہیں اور انسان دینی حدود و قیود اور بھی کچھی انسانی اقدار کے بندھنوں سے بالکل آزاد ہو جائے تو اپنی معمولی سے معمولی خواہش کے پورا کرنے اور نفع اندوزی کی خاطر اس کو کچھ بھی کر گذرنے میں کیا باک ہوگا، اب دنیا سمٹ سمٹا کر ایک گھروندہ بن کر رہ گئی ہے، ہم اپنے گرد و پیش ہی نہیں بلکہ مشرق سے لے کر مغرب تک اور شمال سے لے کر جنوب تک نظر دوڑائیں تو نظر آئے گا کہ قتل و خون ریزی، لوٹ مار، بے حیائی اور فحاشی، بے مروتی اور طوطا چشمی، منافقت، مکر، دھوکا دہی کی ایسی طوفانی ہوائیں چل رہی ہیں کہ الحفیظ، الاماں۔ دعویٰ تو یہ کیا جا رہا ہے کہ انسان نے ترقی کی ہے۔ وہ پہلے سے زیادہ مہذب و متمدن ہوا ہے، زندگی کے وہ وسائل اور سہولتیں ایجاد کرنے میں کامیاب ہو گیا ہے جن کا انسانی تصور و خیال میں آنا محال تھا، ہونا تو یہ چاہیے تھا کہ ان سائنسی ترقیوں کے بعد انسان ان حقائق اور وعدوں پر ایمان لاتا جو خالق کائنات نے اپنے نیک بندوں سے کیے اور وحی کے ذریعہ اپنے رسول کو بتائے ہیں اور رسول خدا نے اس کی تفصیل بیان کی ہے جن لوگوں نے انکار کیا تھا ان کے انکار کا ایک سبب یہ بھی تھا کہ اپنی محدود عقل کے دائرہ میں جس پر اوہام و خرافات کا غلبہ تھا محال سمجھ کر اس پر یقین نہیں لاتے تھے لیکن جدید ترقیوں نے کسی بھی صاحب فہم و ذکا کے لیے ان حقائق کو سمجھنے کے لیے راستہ ہموار کر دیا ہے۔

مگر ان ترقیات کے نشہ میں انسان نے ان حقائق کو سمجھنے کی کوشش ہی نہیں کی بلکہ ترقیات کے نقد فوائد کے سامنے وہ ان دائمی فوائد پر غور کرنے کے ہوش میں ہی نہیں ہے، اور اپنے کو مختلف منصوبوں میں کامیاب پا کر خود کو برسر حق اور مقبول سمجھنے لگا ہے، اور بجائے اس کے کہ ضمیر کی خلش محسوس کرے اپنی ہر کامیابی کے ساتھ اور زیادہ غافل و مطمئن ہوتا جاتا ہے اور اپنے عمل پر احتساب کی ضرورت ہی سرے سے نہیں سمجھتا۔ قرآن

کریم نے اس ترقی کا بھی راز کھول کر بیان کر دیا ہے پھر بھی انسان غور کرنے کے حال میں نہیں۔ فرمایا۔

"مَنۡ كَانَ يُرِيۡدُ الۡعَاجِلَةَ عَجَّلۡنَا لَهٗ فِيۡهَا مَا نَشَآءُ لِمَنۡ نُّرِيۡدُ"

(جو کو دنیا کی نیت رکھے گا ہم اس کو دنیا میں سے جتنا چاہیں گے جس کے واسطے چاہیں گے، فوراً دے دیں گے)

بہت وضاحت کے ساتھ یہ بات کہہ دی گئی کہ ہم طالب دنیا کو دنیا دیں گے لیکن یہ ضروری نہیں کہ اتنا دیں جتنا وہ چاہے اور یہ بھی ضروری نہیں کہ ہر چاہنے والے کو دیں۔ اسی لیے ہم دیکھتے ہیں کہ کوئی اپنی چاہت میں کامیاب ہوتا ہے اور کوئی ناکام اور کوئی تو ایسا ناکام ہوتا ہے کہ اس کے پیچھے جان سے بھی ہاتھ دھو بیٹھتا ہے اور وہاں پہنچ جاتا ہے جہاں تلافی کی راہیں بند ہو چکی ہوتی ہیں۔ اور اس کا انجام اس دنیا کے بنانے والے کا غضب اور آگ کی دائمی سزا ہوگی جس کو آیت کے دوسرے جز میں اس طرح بیان کیا گیا ہے۔

"ثُمَّ جَعَلۡنَا لَهٗ جَهَنَّمَ يَصۡلٰهَا مَذۡمُوۡمًا مَّدۡحُوۡرًا" — پھر ہم اس کے لیے جہنم رکھیں گے، اس میں وہ بدحال اور راندہ ہو کر داخل ہوگا۔

آیت کے اس دوسرے جز سے یہ بات خوب واضح ہو گئی کہ فوری کامیابی مطلق صورت میں ہرگز خوش ہونے والی نہیں دیکھنا تو یہ چاہیئے کہ اس کا آخری انجام کیا ہے اگر صرف دنیا ہی تک اس کا نفع محدود ہے تو خرابی ہی خرابی ہے۔

عاجلہ یعنی دنیائے فانی کی بڑھی ہوئی ہوس نے اس وقت جو صورت حال پیدا کر دی ہے ہر صاحب عقل و شعور اس کو دیکھ کر حیران و ششدر ہے اور کوئی بات بنائے نہیں بن رہی ہے، جو کچھ ہوش حواس رکھتے ہیں اور ان خرابیوں سے نکلنے کی راہ دکھانے کی فکر و کوشش کرتے ہیں، ان کو یہ کہہ کر ناقابل اعتنا بنانے کی کوشش کی جاتی ہے کہ پرانے ٹائپ کے لوگ ہیں ان کو نئی روشنی نہیں بھاتی، جس کا نتیجہ یہ ہے کہ اس وقت قافلۂ انسانیت کی کشتی سخت خطرات سے دوچار ہے۔ بالکل اس طرح جیسے کشتی سے موجوں کے تھپیڑے ٹکرا رہے ہوں، رات کی تاریکی ہو اس پر ستم بالائے ستم یہ کہ کالی کالی گھنگھور گھٹائیں چھائی ہوں اوپر سے بادل ٹوٹ کر برس رہا ہو، اور نیچے پہاڑ جیسی موجیں اٹھ رہی ہوں، ان کے شور و گھڑگھڑاہٹ سے دل ہلے جا رہے ہوں اور چہروں پر ہوائیاں اڑ رہی ہوں، اس خوفناک منظر کی تصویر کشی قرآن کریم سے بڑھ کر کون کر سکتا ہے ارشاد ہے۔

"كَظُلُمٰتٍ فِيۡ بَحۡرٍ لُّـجِّىٍّ يَّغۡشٰٮهُ مَوۡجٌ مِّنۡ فَوۡقِهٖ مَوۡجٌ مِّنۡ فَوۡقِهٖ سَحَابٌ ؕ ظُلُمٰتٌۢ بَعۡضُهَا فَوۡقَ بَعۡضٍ ؕ اِذَاۤ اَخۡرَجَ يَدَهٗ لَمۡ — جیسے دریائے عمیق میں اندھیرے جس پر لہر چلی آتی ہو، اور اس کے اوپر اور لہر آ رہی ہو) اور اس کے اوپر بادل ہو غرض اندھیرے ہی اندھیرے ہوں ایک

یَکَدْ یَرَاھَا" پر ایک اچھا ہوا جب اپنا ہاتھ نکالے تو کچھ نہ دیکھے۔

اس وقت کی صورتِ حال اس دور اور ماحول کو تازہ کر رہی ہے جو بعثت نبوی سے قبل تھی، مادہ پرستی کا ایسا جادو چلا ہوا ہے کہ اس کی لت اور طلب میں غیر تو غیر امت مسلمہ کے بہت سے افراد اس کے پیچھے اپنی دینی غیرت و حمیت تک کو خیرباد کہہ کر اسی کے پیچھے دوڑنے لگتے ہیں بلکہ بسا اوقات تو اسی کی طلب وجاہت یا سستی شہرت و جاہ کی چاٹ میں قومی ملی مفاد تک کو داؤں پر لگا دیتے ہیں۔ اور ایسے لوگوں کی خوب پذیرائی بھی ہوتی ہے اس لیے کہ دین دشمن طاقتوں کو ایسے مہروں کی ضرورت ہوتی ہے یہ مہنگا سودا کتنے دن کے لیے۔ ایسے لوگوں کو مذکورہ آیت کو بار بار پڑھنا چاہیے شاید اس کی کوئی ضرب آنکھیں کھول دے۔

"مَنْ كَانَ يُرِيدُ الْعَاجِلَةَ عَجَّلْنَا لَهُ فِيهَا مَا نَشَاءُ لِمَنْ نُرِيدُ ثُمَّ جَعَلْنَا لَهُ جَهَنَّمَ يَصْلَاهَا مَذْمُومًا مَدْحُورًا"

جب پوری انسانیت کا مزاج وہ بن گیا ہو جس کی ہلکی سی جھلک اوپر پیش کی گئی اور اس پر ستم یہ کہ امت مسلمہ کے بھی کچھ افراد اسی دھارے میں بہنے لگیں اور اسلامی اصول و اقدار کی مخالفت پر اتر آئیں تو ایسے میں امتِ مسلمہ کے علمائے ربانیین اور مخلص داعیوں کا کام بہت مشکل ہو جاتا ہے۔ اور ذمہ داری بہت بڑھ جاتی ہے اس لیے کہ نبی آخر الزماں محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کے علماء ہی کو اب تا قیامت کارِ نبوت کی نیابت کرنی ہے اور جب کارِ نبوت کی نیابت کرنی ہے تو ان مشکلات و دشواریوں سے بھی دوچار ہونا پڑے گا جن سے انبیاء کرام کو گزرنا پڑا ہے اسی طعن و تشنیع اور ملامت سے بھی سابقہ پڑے گا جس سے انبیاء کرام گزرے ہیں اس بگڑے ہوئے ماحول کے طوفان جھکڑوں میں جب صبر و ثبات کا ثبوت دیا جائے گا تو اس کے نتائج بھی نصرتِ خداوندی سے سامنے آئیں گے۔

تھوڑی دیر کے لیے حضرت مجدد الف ثانی کے دور کو نگاہوں میں لائیے اور ان خطرات و مشکلات کے ساتھ جو حکومت وقت کی طرف سے درپیش تھیں، مال و دولت کے طلب گار اپنوں کی بھی سازشوں پر نظر ڈالیے تو اس دیار میں بقائے اسلام کی کوئی کرن دکھائی نہیں دیتی تھی۔ مگر ع

جہانے را دگرگوں کرد یک مردِ خدا آگاہے

تنہا حضرت مجدد الف ثانی کی سعی مشکور کے نتیجہ میں اس دیار میں دین اسلام کا چراغ اس طرح روشن ہے کہ دوسرے ملکوں کے مسلمان اس سے روشنی حاصل کر رہے ہیں، اس لیے گو ہوا مخالف ہے اور باد صرصر کے جھونکے چل رہے ہیں دنیا کی تمام قوموں کے ساتھ ساتھ اپنوں نے بھی تعلیمات نبوت کی من مانی شرح و تفصیل شروع کر دی ہے۔ اور ہماری بعض حکومتوں کے سربراہ بھی اپنی عیاشی میں رخنہ سمجھ کر دین اسلام کے مخالف ہو گئے ہیں۔

علماء اور دینی کارکنوں کو ان کے مقابلہ میں ہمت نہ ہارنی چاہیے بلکہ "اِنْ تَنْصُرُوا اللّٰهَ يَنْصُرْكُمْ وَ يُثَبِّتْ اَقْدَامَكُمْ" کے خدائی وعدہ پر اعتماد و بھروسہ کرکے اپنے کام کو جاری رکھنا چاہیے، وہ وقت بھی آئے گا جب تاریکی کے بادل چھٹیں گے اور حق و صداقت کی صبح نمودار ہوگی۔

اس وقت دنیا میں جو اندھیر مچا ہوا ہے وہ کمزور ایمان دلوں میں یہ وسوسہ نہ پیدا کرے کہ نعوذ باللہ اب بات خدائے بزرگ و برتر کے قدرت و اختیار سے باہر ہوگئی ہے اور وہ مجبور و لاچار ہے یہ ایک مومن کا عقیدہ نہیں بلکہ جو کچھ ہو رہا ہے اس کی طرف سے استدراج اور ڈھیل کے طور پر ہو رہا ہے جب تک اسے منظور ہے۔ اس لیے ہمت ہارنے کی کوئی وجہ نہیں ہاں حسن تدبیر اور حکمت و دانش مندی کے ساتھ داعیوں اور دینی کارکنوں کو اپنا سفر جاری رکھنا چاہیے اور ہمت و حوصلہ کے ساتھ جاری رکھنا چاہیے اس لیے کہ اس اندھیر کی مکافات عمل کا ایک وقت مقرر ہے جو آکے رہے گا۔

اس میں شبہ نہیں کہ داعی کے لیے غیر معمولی رکاوٹیں اور دشواریاں ہیں وہ جو کچھ کہنا اور سمجھانا چاہتا ہے اس کو جواب ملتا ہے

"قُلُوْبُنَا فِيْٓ اَكِنَّةٍ مِّمَّا تَدْعُوْنَآ اِلَيْهِ وَفِيْٓ اٰذَانِنَا وَقْرٌ وَّمِنْۢ بَيْنِنَا وَبَيْنِكَ حِجَابٌ فَاعْمَلْ اِنَّنَا عٰمِلُوْنَ" (فصلت ۵)

ہمارے دل پردوں کے اندر ہیں اس بات سے جس کی طرف آپ ہمیں بلاتے ہیں اور ہمارے کانوں میں ڈاٹ ہے اور ہمارے اور آپ کے درمیان ایک حجاب ہے سو آپ اپنا کام کیجیے ہم اپنا کام کر رہے ہیں۔

مگر صاحب ہمت و حوصلہ لوگ کام بگڑے ہوئے حالات ہی میں کرتے ہیں اور پھر اس کے ثمرات سامنے آتے ہیں اس لیے مایوسی کی کوئی وجہ نہیں۔

تاریخ انسانی میں اور تاریخ اسلام میں بھی ایسے حالات بار بار پیش آئے کہ معلوم ہوتا تھا حق و صداقت کا چراغ اب گل ہوا تب گل ہوا لیکن صاحب عزم و ہمت بندگان خدا نے ان حالات کے سامنے سپر نہیں ڈالی وہ اپنا قدم آگے ہی کی طرف بڑھانے میں کوشاں رہے اور جب پورے طور پر جانچ پرکھ لیے گئے تو حالات بدل گئے جس کی ایک مثال تو اوپر حضرت مجدد صاحب کی گذری اور بہت ہی معروف و مشہور اور نہایت خطرناک صورت حال تاتاریوں کے دور عروج کی ہے معلوم ہوتا تھا کہ روئے زمین پر اب اسلام کا کوئی نام لیوا باقی نہ رہے گا لیکن وہی تاتاری جن سے اسلام کو خطرہ تھا اور جو اسلام کو مٹا دینے کے درپے تھے، اولوالعزم بندگان خدا کی مساعی جمیلہ نے ایمان و یقین کا ایسا صور پھونکا کہ جس درندہ صفت قوم سے اسلام کو خطرہ لاحق تھا وہ پوری کی پوری قوم اسلام میں داخل ہوگئی اور اسلام کو گلے سے لگایا اور اسلام کی ایسی خدمت کی، ایسے افراد پیدا

پیران سے اسلام کی تاریخ میں، اسلام کے شیدائیوں کے ایک روشن باب کا اضافہ ہوا جس کو شاعر اسلام علامہ اقبال نے صرف ایک شعر میں اس طرح ادا کردیا ہے ؎

ہے عیاں یورشِ تاتار کے افسانے سے
پاسباں مل گئے کعبے کو صنم خانے سے

اسلام ایک دائمی اور ابدی دین حق ہے جو انسانوں کی صلاح و فلاح کے لیے قیامت تک کے لیے آیا ہے اور رہے گا کوئی طاقت اس کو مٹا نہیں سکتی ہاں حجت تمام کرنے کے لیے قسمت کے ماروں کو اسلام کے خلاف سازشوں اور مکر میں وقفہ وقفہ سے بظاہر کچھ کامیابیاں ہوتی نظر آئیں گی تاکہ اہل ایمان کا برابر امتحان ہوتا رہے اور اہل شرک وطغیان پر خلود فی النار کی حجت تمام ہوتی جائے۔

"یُرِیْدُوْنَ لِیُطْفِئُوْا نُوْرَ اللّٰہِ بِاَفْوَاھِھِمْ وَاللّٰہُ مُتِمُّ نُوْرِہٖ وَلَوْ کَرِہَ الْکَافِرُوْنَ"

لہٰذا بندۂ مومن کو اپنا عزم و حوصلہ بلند رکھنا چاہیے اور کتاب وسنت کی روشنی میں برابر اپنا احتساب و جائزہ بھی لیتے رہنا چاہیے کہ وہ کیا کر رہا ہے اس کو کیا کرنا چاہیے ایسا نہ ہو کہ حالات سے گھبرا کر بنو اسرائیل کی طرح کہنا شروع کردے کہ موسیٰ ہم کو کہاں لاکر پھنسایا۔ سامنے سمندر ہے اور پیچھے سے بادِ باراں کی طرح بڑھتا ہوا وہ لشکر فرعون جو ابھی ہمیں اپنی گرفت میں لے لینا چاہتا ہے لیکن دنیا نے کیا دیکھا حضرت موسیٰ علیہ السلام نے نبوی جلال کے ساتھ فرمایا۔

"کَلَّا اِنَّ مَعِیَ رَبِّیْ سَیَھْدِیْنِ۔ ہرگز نہیں میرا خدا میرے ساتھ ہے وہ راہ دے گا۔

اس کے بعد جو کچھ ہوا وہ تاریخ میں ثبت ہے۔ لہٰذا مایوسی اور ہمت ہارنے کی کوئی وجہ نہیں۔

قارئین سے گذارش

ماہنامہ الحق اپنے پروردگار کے فضل و کرم اور اپنے مخلصین کی سرپرستی و تعاون سے بحمد اللہ ۲۹ سال سے علم دین اور ملک و ملت کی مقدور بھر خدمت کر رہا ہے پرچے کا بنیادی مقصد، دعوتِ دین، اور اعلاءِ کلمۃ اللہ ہے خالص تبلیغی اور دینی نقطہ نظر سے ہماری یہ امکانی کوشش رہی ہے کہ پرچہ کی طباعت عمدہ اور معیاری ہو مگر مسلسل مہنگائی اور غیر ملکی شرح ڈاک میں دوبارہ اضافوں کی صورتِ حال کے پیش نظر مجبوراً الحق کے سالانہ بدل اشتراک میں جنوری ۱۹۹۴ء سے معمولی سا اضافہ کرکے سالانہ چندہ ۱۰۰ روپے کیا جارہا ہے امید ہے کہ جملہ قارئین ادارہ کی مشکلات کے پیش نظر اپنا تعاون حسبِ سابق جاری رکھیں گے۔ البتہ جن قارئین کا سالانہ بدل اشتراک موصول ہوچکا ہے ان سے سالانہ بدل اشتراک کے اختتام تک کوئی اضافی رقم نہیں لی جائے گی۔

بیرون ملک قارئین کے لیے سالانہ بدل اشتراک بذریعہ ہوائی جہاز ۲۵ امریکی ڈالر ہیں۔ (ادارہ)